ڈاکٹر محمد شفیق آصف/غلام محمد اشرفی

صدر شعبہ اردو، سرگودھا یونیورسٹی، میانوالی کیمپس

صدر شعبہ سوشل سائنسز، سرگودھا یونیورسٹی، میانوالی کیمپس

اُردو غزل اور جدید نظم میں رموزِ اوقاف کا استعمال

Dr. Muhammad Shafiq Asif

Head of Urdu Department, University of Sargodha, Mianwali Campus

Ghulam Muhammad Ashrafi

Head of Social Sciences Department, University of Sargodha, Mianwali Campus

The Use of Punctuation in Urdu Ghazal and Modern Urdu Poem

Punctuation is very important for Urdu poetry and prose because of this thoughts and writings are coordinated with each other. In addition to this, punctuations are helpful in understanding the theme and gist of language. Punctuations consists of those signs that can propagate the true spirit of creative writings. Punctuations creates beautiful coordination in language pattern in in different types of writings. However, punctuation has brought a beautiful piece of rythem in modern Urdu poem and Urdu Ghazal. The present research paper focuses on the importance and use of punctuation in Modern Urdu poem and Urdu Ghazal to understand the more sophisticated version of language complicity.

رموز اوقاف شاعری اور نثر کیلئے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی بدولت تخلیقات کے مفاہیم مزید واضح ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں رموز اوقاف کسی بھی فن پارے کی روح کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ رموز اوقاف ایسے (signs) پر مشتمل ہیں جن سے نگارشات کا درست ابلاغ بھی عمل میں آتا ہے۔ اردو غزل اور جدید نظم میں رموز اوقاف کا استعمال ان دونوں اصناف کے تخلیقی اور ابلاغی حسن میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اُردو میں ''رموزِ اوقاف'' کی جو ترکیب استعمال ہو رہی ہے انگریزی میں سے اُسے ''پنکچوایشن'' (Punctuation) کہا جاتا ہے، رموزِ اوقات کے استعمال سے نظم ونثر میں حسن پیدا ہوتا ہے، پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف رقم طراز ہیں:

جو لوگ اُردو زبان وادب کی ترقی کے خواہاں رہے ہیں وہ اِس زبان میں ''رموزِ اوقاف'' کے استعمال پر زور

دیتے چلے آ رہے ہیں۔ سر سیّد بلکہ اِس سے بھی پہلے یہ احساس موجود رہا ہے اور اِس سلسلے میں کوششیں بھی کی جاتی رہی ہیں کہ اُردو تحریروں کی بدہیئتی اور ابہام کو دُور کیا جا سکے۔[۱]

رموز اوقاف کو تحریر کا حسن بھی کہا جاتا ہے ہر چند کہ شعر و ادب میں رموزِ اوقاف کی ضرورت بہت عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی تاہم اُردو تحریروں میں اس کا استعمال با قاعدگی سے نہ ہو سکا، مولوی عبدالحق اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

> اوقاف یا وقفے اِن علامتوں کو کہتے ہیں، جو ایک جملے کو دوسرے جملے سے یا کسی ایک جملے کے حصے کو دوسرے حصوں سے علیحدہ کریں۔[۲]

رموزِ اوقاف شعر و ادب کی تمام اصناف کے لیے از حد ضروری ہے، کیونکہ ہر صنف اپنے تخلیقی و ادبی تاثر کی وجہ سے بہت اہمیت رکھتی ہے، پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف کے بقول:

> رموزِ اوقاف کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ تحریر کیا ہے؟___ بظاہر یہ بات بہت آسان معلوم ہوتی ہے کہ بس! تحریر، تحریر ہے!!___ لیکن، بات اتنی سادہ نہیں ہے___ غور کیجئے جو کچھ ہم سوچتے ہیں یا محسوس کرتے ہیں، اِس کا دو طرح سے اظہار کیا جاتا ہے___ ایک بول کر، دوسرے: لکھ کر___ بولنا، اگر یک طرفہ تو، تقریر، اور دو طرفہ ہو تو، گفتگو،___ ہم جو کچھ بولتے ہیں وہی کچھ لکھتے ہیں۔ ہمارے بولنے کے عمل کا زیادہ تر دارو مدار الفاظ پر ہے___ اور الفاظ دراصل اِن تصویروں کے قائم مقام ہوتے ہیں جو کہنے اور سننے والے کے درمیان بات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے رابطے کا کام کرتے ہیں۔[۳]

شاعری میں جذبوں کے اظہار کے لیے ٹھہراؤ کی جو مختلف علامتیں استعمال ہوتی ہیں وہ دراصل الفاظ اور خیالات کو نہ صرف موثر بناتی ہیں بلکہ اِن حرکات سے فکر و خیال کے نقوش اور زیادہ گہرے بہت جاتے ہیں، رموزِ اوقاف کی بدولت شعر و ادب میں خیالات کے اظہار اُس کے صحیح ابلاغ میں بھی مدد ملتی ہے "ڈکشنری آف انگلش لینگوئج" میں "Punctuation" یا رموز اوقات کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> The art or practice of inserting standardised marks or signs in written matter to classify the meaning and seperate structural unit." [۴]

امریکن ہیریٹیج (American Heritage) کی ڈکشنری میں اِس کا مفہوم یوں رقم کیا گیا ہے:

> The use of standardised marks and singns in writing and printing to seperate words into sentences, clauses, and phrases to classify meanings." [۵]

"رموزِ اوقاف" کے ضمن میں اِن تعریفوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی بھی تحریر کے ابلاغی عمل کے لیے اس کی اشد ضرورت ہے اور اِس کے بغیر ہم کسی تحریر کے متن اور فکر و خیال سے مکمل طور پر استفادہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ماہرینِ لسانیات نے شعر و ادب کے لیے اِس کی ضرورت

اور افادیت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اِس کے استعمال پر بھی زور دیا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد عارف کی کتاب ''رموزِ اوقاف'' کے مطابق:

مولوی عبدالحق نے انگریزی سے ماخوذ گیارہ علامتوں کے اُردو نام یہ تجویز کیے:

فل سٹاپ	__	ختمہ
کاما	__	سکتہ
سیمی کولن	__	وقفہ
کولن	__	رابطہ
کولن اور ڈیش	__	تفصیلیہ
ڈیش	__	خط
انورٹڈ کاماز	__	واوین
بریکٹ	__	قوسین
ہائفن	__	زنجیرہ
نوٹ آف انٹروگیشن	__	سوالیہ
نوٹ آف ایکسکلیمیشن	__	فجائیہ/ ندائیہ

مولوی عبدالحق کی تجویز کی گئیں گیارہ علامتوں میں سے رشید حسن خاں نے ڈیش، کولن اینڈ ڈیش اور ہائفن کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے باقی آٹھ علامتوں کی ترویج پر زور دیا ہے۔[٦]

نثر کے علاوہ منظوم کلام میں بھی ''رموزِ اوقاف'' کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ''مسدس'' حالؔی کی معرکہ آرا نظم ہے۔ ''مسدس''، ''مسدس مدو جزرِ اسلام'' کا مخفف ہے۔ اِس لیے کتاب کے نام کے حوالے سے اس پر واوین کی علامت آئے گی اور اِس کے بعد سکتہ آئے گا۔ غزلوں اور نظموں کے بعض مصرعوں میں بھی ''رموزِ اوقاف'' ضروری ہے کیونکہ اِس کے استعمال کے بغیر وہ مصرعے اپنا صحیح مفہوم ادا نہیں کر سکتے اِس حوالے سے چند مصرعے ملاحظہ کیجیے:

؎ انیسؔ ، دم بھر کا بھروسہ نہیں زمانے میں

؎ غافل ، اِن مہہ طلعتوں کے واسطے
چاہنے والا بھی ، اچھا چاہیے

؎ تار ریشم کا نہیں ، ہے یہ رگِ ابرِ بہار

اسی طرح چند اور اشعار میں بھی ''سکتہ'' یا ''کاما'' (Comma) کا استعمال ملاحظہ کیجیے:

نیند اُس کی ہے، دماغ اُس کا ہے، راتیں اُس کی ہیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں

دوسرے مصرعے میں ''تیری زلفیں' ' کے بعد سکتہ آنا چاہیے۔

سرسید سے لے کر آج تک بیشتر ماہرینِ لسانیات نے لفظ: 'سکتہ' کو انگریزی علامت: 'کاما' (Comma) کے مترادف قرار دیا ہے۔ یہ لفظ 'کاما' کی طرح مختصر بھی ہے اور سہل بھی، اور اپنی مقصدیت اور معنویت سے قریب ترین بھی۔ چنانچہ، اب 'سکتہ' کامے کے قائم مقام انہی معنوں میں بخوبی لکھا، بولا اور سمجھا جاتا ہے۔[۷]

اُردو شعر و ادب میں ''سکتہ' ' یا ''کاما' ' (Comma) مفہوم اور متن کی تفہیم کے لیے اس لیے بھی اہم ہے کہ اِس کے استعمال کے بغیر متن معنوی اعتبار سے مکمل طور پر قاری کے سامنے نہیں آتا، لہٰذا قواعدِ زبان دانی کے ماہرین نے اس کے استعمال پر زیادہ زور دیا ہے۔ ایرک پیٹرج کا کہنا ہے:

"The comma serves to seperate not only clauses but phrases and words."
[۸]

اُردو نثر کے مقابلے میں شاعری اور بالخصوص جدید اُردو نظم میں رموزِ اوقاف کا استعمال بہت اہم ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد نظم کے چھوٹے بڑے مصرعوں اور لائنوں میں مضمون اور خیال کو واضح کرنے کے لیے اِن علامتوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اِن علامتوں کے بغیر نظم کے مختلف مصرعوں اور لائنوں کا معنوی تسلسل "overalap" ہو سکتا ہے۔ انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں موجود شاعری کا مطالعہ کریں، تو یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ وہاں شاعروں اور ادیبوں نے "Punctuation" کا بہت خیال رکھا ہے۔ اُردو میں جدید نظم چونکہ انگریزی ادب سے آئی ہے، لہٰذا انگریزی نظموں میں موجود "Punctuation" اُردو نظموں میں بھی استعمال ہونے لگی، انگریزی نظموں میں شاعر اِنہی علامات سے تاثر کو اُبھارنے کی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا اُردو کے جن جدید نظم نگاروں نے رموزِ اوقاف کو اپنی نظموں کا حصہ بنا کر اِس تاثر کو گہرا کرنے کی کوشش کی، اُن میں میراجیؔ، ن۔م راشدؔ، تصدق حسین خالدؔ، مجید امجدؔ، فیض احمد فیضؔ، یوسف ظفرؔ، مختار صدیقیؔ، احمد ندیم قاسمیؔ، وزیر آغاؔ، قیوم نظرؔ، معین احسن جذبیؔ، ظہیر کاشمیریؔ، ساحرؔ لدھیانوی، منیب الرحمٰنؔ، اختر الایمانؔ، جگن ناتھ آزادؔ، تختؔ سنگھ، انجمؔ رومانی، مخمورؔ جالندھری، الطاف گوہرؔ، سید ضیاؔء جالندھری، بلراج کوملؔ، اخترؔ حسین جعفری، منیر نیازی، جیلانی کامران، خلیل الرحمٰن اعظمیؔ، جعفر طاہرؔ، حمایت علی شاعرؔ، عرش صدیقیؔ، افتخار جالبؔ، عبدالرشید، ساقی فاروقی اور محمد علوی کے نام نمایاں ہیں۔ جدید اُردو نظموں میں ''سکتہ' ' (Comma) اور ''فجائیہ/ ندائیہ' ' (Sign of Exclamation) کی علامتیں دیگر رموزِ اوقاف کی نسبت بہت زیادہ استعمال ہوئی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مذکورہ علامتیں نظموں میں خیال کے تاثر کو گہرا، اور واضح کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

''سکتہ' ' اور ''فجائیہ/ ندائیہ' ' کے ضمن میں چند جدید اُردو نظم نگاروں کی نظموں کے چند ٹکڑے ملاحظہ کیجیے:

فضا میں سکوں ہے
المناک گہرا، گھنا، ایک اک شے کو گھیرے ہوئے ایک اک
شے کو افسردگی سے مسل کر مٹاتا ہوا یا بے اماں،

(''تنہائی' '، میراجیؔ)

اُنہیں تم نہیں دیکھتے، دیکھ سکتے نہیں

کہ موجود ہیں اب بھی، موجود ہیں وہ کہیں
مگر یہ نگاہوں کے آگے جو رسّی تنی ہے
اسے دیکھ سکتے ہو، اور دیکھتے ہو
کہ یہ وہ عدم ہے
جسے ہست ہونے میں، مدت لگے گی

(''زمانہ خُدا ہے''، ن۔م راشد)

میں یہ سوچوں، کہ ہر اک دشت بھی، آبادی بھی!
میرے الفاظ کی تشہیر کا دیکھے گی سماں،!

(''اناؤنسر''، مختار صدیقی)

''کیا کیسا فُسوں ہے؟
''سکوں ہے!'' سکوں ہے؟
سکوں دُور ہو جائے، ہنگامہ پیدا ہو، ہنگامہ شورِ مجسم بنے،

(''تنہائی''، میراجی)

جدید نظم نگاروں کی مندرجہ ذیل بالا نظموں میں ''سکتہ'' (Comma)، ''فجائیہ/ ندائیہ'' (Sign of Exclamation) اور سوالیہ یعنی (Question Mark) یا (Interrogation Mark) کا استعمال اِس بات کا غماز ہے کہ مذکورہ نظم نگاروں نے اپنی نظموں میں خیال کو اُبھارنے اور بات کو واضح کرنے کے لیے اِن علامتوں کا التزام کیا ہے۔ گزشتہ اور حالیہ صدی چونکہ جدید نظم کے فروغ کے حوالے سے بہت اہم ہے، لہٰذا جدید نظم نے براہِ راست اُردو غزل پر بھی اپنے اُسلوبیاتی اثرات مرتب کیے ہیں۔

اُردو غزل پر جدید نظم کے اثرات کے ضمن میں ''رموزِ اوقاف'' کا استعمال ایک اہم حوالے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ جدید اُردو نظم کی طرح کا اُردو غزل میں موجود یہ علامتیں، دراصل جدید اُردو نظم کی ایسی عطا ہیں، جن کے استعمال سے غزلوں کا فکری و اُسلوبیاتی دائرہ بھی اور زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔ اِس حوالے سے غزل کے اِن اشعار کا مطالعہ کرتے ہیں:

اک فرصتِ گناہ ملی ، وہ بھی چار دِن
دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے

(فیض احمد فیضؔ)

رات ہونے سے پہلے کہیں ، کوئی آسودگی ڈھونڈ لیں
موت سر پر کھڑی ہے ، چلو چہرۂ زندگی ڈھونڈ لیں

(ذوالفقار احمد تابشؔ)

تمام موسم ہیں دکھ کے موسم ، مسافتوں ، ہجرتوں کے موسم
ہم اپنے دُکھ بھی اکٹھے کر کے ، اُنہیں کے نام انتساب کر لیں

(محمد امین)

یہ شورِ ترک تعلق تو رسمِ دنیا ہے
وگرنا تُم سے بچھڑنا ، تمھیں بھلا رکھنا؟

(وزیر آغا)

اُردو غزل کے مندرجہ بالا تمام اشعار میں ''سکتہ''، ''فجائیہ/ ندائیہ'' اور ''سوالیہ'' علامتیں اِن اشعار کی فکری معنویت اُجاگر کرنے کے ساتھ اِن کے اُسلوبیاتی عمل کو بھی واضح کرتی ہیں۔

وفا کیسی، کہاں کا عشق، جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل، تیرا ہی سنگِ آستاں کیوں ہو

(دوسرے مصرعے میں ''اے سنگ دل'' کے بعد ندائیہ اور ''کیوں ہو'' کے بعد سوالیہ علامت آسکتی ہے۔)

غرض یہ کہ، شعراء کے دواوین میں رموزِ اوقاف کا خاص التزام کیا جائے، تو، اِن کی تعقید اور ابہام دُور ہو کر اِن کی تفہیم زیادہ بہتر ہو سکتی ہے۔[۹]

شاعری کے ضمن میں ''زیرِ اضافت'' بہت اہمیت رکھتی ہے اور اِسے ''رموزِ اوقاف'' میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ ''زیرِ اضافت'' زیادہ تر فارسی کے زیرِ اثر اُردو شعر و ادب کا حصہ بنی۔ نعت کے ایک شعر میں زبر اور زیرِ اضافت کا استعمال کس خوبصورتی سے ہوا ہے ملاحظہ کیجیے:

بہ فیضِ عارضِ احمدؐ ، فروغِ شمس و قمر
جمالِ گیسو و رُخ ، اہتمامِ شام و سحر

''زیرِ اضافت'' کے حوالے سے غزل کے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

لوگ کہتے ہیں جسے تصویرِ زخمِ آرزو
گلشنِ احساس میں وہ پھُول ہے مہکا ہوا

شبِ سیاہ میں خوابِ ہُنر کو زندہ رکھ
صلیبِ وقت پہ نقشِ سحر کو زندہ رکھ

تصویرِ ذات اپنی کوئی دیرپا نہ تھی
نقشِ کفِ خیال بھی کچھ جاوداں نہ تھا

مذکورہ بالا اشعار میں ''تصویرِ زخمِ آرزو''، ''گلشنِ احساس''، ''شبِ سیاہ''، ''خوابِ ہنر''، ''صلیبِ وقت''، ''نقشِ سحر''، ''تصویرِ ذات'' اور ''نقشِ کفِ خیال'' جیسی تراکیب میں ''زیرِ اضافت'' کا استعمال شعروں کے اوزان اور مفہوم کو واضح کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اُردو شاعری میں شعراور تخلص کے لیے بھی علامتیں استعمال کی جاتی ہیں۔ مثلاً جب کوئی شعر رقم کیا جاتا ہے تو اُس کے اوپر ؎ کی علامت لگائی جاتی ہے۔ مثلاً

؎ غم ہے یا خوشی ہے تُو
میری زندگی ہے تُو
(ناصر کاظمی)

؎ میں مر گیا وہیں کہ صفِ قاتلاں سے جب
خنجر بدست تُو بھی رواں تھا مری طرف
(احمد فرازؔ)

؎ یہ کس نے میرا فسانہ چھیڑا
ہے بزم کی بزم آبیدہ
(ممتاز العیشیؔ)

اردو شاعری میں رموز اوقاف کی حیثیت مسلمہ ہے۔ تاہم بہت سے غزل گو اور نظم نگار اس جانب کوئی خاص توجہ نہیں دیتے جس کی وجہ سے اردو غزل اور جدید نظم کا تخلیقی اور ابلاغی حسن متاثر ہو رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ رموز اوقاف کا شعری اصناف بالخصوص اردو غزل اور جدید نظم میں خصوصی التزام کیا جائے تاکہ ان شعری اصناف کی صحیح تفہیم ہو سکے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد عارف، سیّد، ڈاکٹر، پروفیسر ’’رموزِ اوقاف‘‘، ہائیر ایجوکیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص xxi۔

۲۔ مولوی عبدالحق، قواعد اُردو، ص ۳۱۶۔

۳۔ محمد عارف، سید، ڈاکٹر، پروفیسر، ’’رموزِ اوقاف‘‘، ص ۵۔

۴۔ لانگ مین: "Dictionary of English Language"، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، ص ۱۱۹۸۔

۵۔ دی امریکن ہیریٹیج: "Dictionary of English Language"، مطبوعہ ہوسٹن موفلن کمپنی باسٹن، ۱۹۶۹ء، (ا)، ص ۱۰۶۰۔

۶۔ محمد عارف، سیّد، ڈاکٹر، پروفیسر، ’’رموزِ اوقاف‘‘، ص ۲۳۔

۷۔ ایضاً، ص ۱۸۔

۸۔ ایرک پیٹرج: "You have a point"، ص ۱۴۔

۹۔ محمد عارف، سیّد، ڈاکٹر، پروفیسر، ’’رموزِ اوقاف‘‘، ص ۹۱۔